حافظ حقانی میاں قادری

امریکی جارحیت پر
علامہ الشیخ علی ابوالحسن (مصر) کا فتویٰ

’’کسی بھی مسلمان ملک پر حملے کے لیے جو بھی مسلمان حکمران اور حکومتیں امریکہ کو سہولتیں فراہم کریں گی یا غیر جانب داری کا مظاہرہ کریں گی وہ مرتد اور خارج از اسلام قرار دی جائے گی۔ کسی بھی اسلامی مملکت پر کسی کافر ملک کی طرف سے حملہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں، مسلمان حکمرانوں اور مسلمان حکومتوں کی خاموشی یا غیر جانبداری شریعت اسلامیہ کی رو سے گناہ عظیم اور بدترین جرم ہے۔ قیامت کے دن میدان حشر میں ایسے مسلم حکمرانوں سے اللہ تعالیٰ ضرور باز پرس کریں گے۔‘‘

یہ الفاظ مصر کے مشہور و معروف اور ممتاز ترین عالم دین اور عالم اسلام کی قدیم ترین اور معتبر ترین اسلامی درس گاہ جامعہ الازہر (قاہرہ) کی افتاء کمیٹی کے سربراہ الشیخ علی ابوالحسن کے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے اہم ترین فتویٰ میں درج کیے ہیں یہ فتویٰ عین ان لمحات میں منظر عام پر آیا ہے۔ جب امریکی سامراج اور طاغوت کا پرچم شمالی امریکہ سے پھڑ پھڑاتا ہوا عالم عرب کے ریگستانوں اور صحراؤں پر غالب آتا جا رہا ہے۔ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں خوف، ڈر اور مایوسی کے ساتھ ساتھ امریکہ کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات بھی بڑھ رہے ہیں۔ حضرت الشیخ علی ابوالحسن کے اس فتویٰ سے مصر کی امریکہ نواز حکومت تو ناراض ہوئی ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے اس فتویٰ سے عرب ممالک میں حیرت و استعجاب کی لہر بھی دوڑ گئی ہے۔ اس حیرت و استعجاب کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ علی ابوالحسن ہی وہ ذاتِ والا صفات ہیں جنہوں نے ۱۹۹۰ء میں خلیج کی اولین جنگ کے دوران صدام حسین کے خلاف امریکی افواج کے حق میں فتویٰ دیا تھا۔ اور اب شیخ علی ابوالحسن کے رویہ میں تبدیلی اور تفاوت کیوں؟

شیخ علی ابوالحسن اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ’’۱۹۹۰ء میں عراق پر امریکی حملے کے جواز کے بارے میں، مَیں نے جو فتویٰ دیا تھا۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ عراق نے کویت‘ جو کہ ایک کمزور اسلامی ملک ہے کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا تھا اور وہاں کے مسلمانوں کے مال و متاع اور جائیداد پر قبضہ کیا تھا۔ تمام امت مسلمہ نے عراق کے اس اقدام کی شدید مذمت کی تھی اور کویت سے اپنی فوجوں کو نکالنے کی اپیل کی تھی۔ مگر عراق نے اسلامی دنیا کی اس اپیل پر کان نہ دھرا مسلم امہ کی اپیل کی کوئی پروا نہ کی اور اسے حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا تو قرآن مجید کے فرمان کے بموجب میں نے کویت پر عراقی جارحیت کے جواب میں عراق پر امریکی حملے کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ چونکہ عراق نے ایک مسلمان مملکت کے خلاف جارحیت کی تھی لہٰذا عراق کے خلاف امریکی حملے کا جواز موجود تھا۔ مگر آج کی صورت حال ۱۹۹۰ء کی صورت حال سے یکسر مختلف ہے آج عراق نے کوئی جارحیت نہیں کی جس کی بناء پر عراق پر امریکی حملے کو جائز قرار دیا جائے؟ ہاں عراقی قیادت کے بارے میں اگر تحفظات ہیں کہ وہ

درست لوگ نہیں ہیں۔مگر کسی قیادت کا خراب ہونا کسی مسلمان ملک پر امریکی حملے کا جواز نہیں بن سکتا۔شیخ علی ابوالحسن نے مزید کہا کہ جہاں تک ہماری معلومات ہیں عراق کے خلاف امریکی جنگ' دراصل اسلام کے خلاف جنگ ہے۔اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ یا ابہام نہیں ہے۔''

حضرت الشیخ علی ابوالحسن کے یہ خیالات عالمِ عرب کے کثیر تعداد میں شائع ہونے والے مشہور عربی جریدے ''المجلہ'' میں شائع ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح الجزیرہ ٹی وی کو عالمِ عرب کا سی این این کہا جاتا ہے بالکل اسی طرح عربی جریدے ''المجلہ'' کو بھی عرب ممالک کے ''نیوز ویک'' اور ٹائم میگزین سے تشبیہ دی جاتی ہے۔شیخ علی ابوالحسن کے اس انٹرویو نے تمام عرب ممالک میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔اسی پر بس نہیں شیخ علی ابوالحسن نے آگے بڑھ کر امریکی زیادتیوں اور امریکی یلغار کے بارے میں اپنے ایک فتویٰ میں کہا ہے کہ عالمِ عرب اور اسلامی ممالک کے خلاف جنگ کرنے والے کسی بھی امریکی فوجی کو جہاں دیکھو قتل کردو۔اس فتویٰ نے مشرقِ وسطیٰ میں تعنیات امریکی افواج میں تہلکہ مچا دیا ہے۔امریکی حکومت اور بُش انتظامیہ کے عہدیداروں نے مصری حکومت سے اس فتویٰ اور شیخ علی ابوالحسن کے خلاف شدید ترین احتجاج کیا ہے۔جب کہ شیخ علی ابوالحسن اس فتویٰ کے جائز ہونے کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے امریکی افواج کے قتل سے متعلق جو فتویٰ دیا تھا اُسے صحیح طور پر پیش ہی نہیں کیا گیا بلکہ اسے توڑ مروڑ کر ادھورا اور متن سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے۔

جامعۃ الازہر کی افتاء کمیٹی کے سربراہ کی حیثیت سے میں نے جو فتویٰ دیا تھا اس کا پورا متن یہ ہے کہ ''عراق ایک اسلامی مملکت ہے۔امریکہ کا عراق پر حملہ اگر کسی حق کے حصول کے لیے ہے یا کسی عراقی جارحیت کے جواب میں کیا جارہا ہے تب تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ جنگ عقیدے کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے ہے کہ عراق ایک اسلامی ملک ہے یا یہ جنگ ایسی وجوہات یا اسباب کی وجہ سے کی جارہی ہے جن کو بنیاد بنا کر کسی ملک پر حملہ نہیں کیا جاسکتا تو یہ جنگ قطعاً ناجائز ہے۔ ایسی جنگ کی صورت میں سرکش وکافر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہوجائے گا۔یہ میرے صادر کئے گئے فتویٰ کا پورا اور اصل متن ہے۔اور میں اب بھی اپنے اس مؤقف پر قائم ہوں کہ ہمارے مسلمان بھائیوں پر حملہ کرنے والے امریکی فوجیوں کا قتل نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے۔البتہ میں یہ بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ میرے اس فتویٰ کا اطلاق ان امریکیوں پر نہیں ہوتا جو امن پسند ہیں اور وہ عراق پر امریکی جارحیت کے خلاف ہیں۔''

مصر اور مصر کے ہمسایہ اسلامی ممالک میں شیخ علی ابوالحسن کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ معتدل مزاج کے حامل عالم دین۔مفتی اور بلند پایہ اسکالر ہیں۔ان کی طبیعت میں اشتعال' شدت پسندی اور امریکیوں کے خلاف عناد کبھی بھی نہیں رہا ہے۔لیکن اب یک بیک اس تبدیلی کی وجہ۔''الشرق الاوسط'' کے تجزیہ نگاروں کے مطابق امریکہ کا عالم اسلام کے خلاف رویہ' امریکہ کی قاہرانہ انداز میں اقوامِ متحدہ اور جنگ مخالف عالمی طاقتوں کی اپیلوں اور دلیلوں کا مسترد کرنا ہے' نیز امریکی صدر جارج بش نے فرعونِ وقت بن کر امن اور سفارت کاری کی ہر کوشش کو جس طرح سبوتاژ کیا ہے اس پس منظر میں شیخ علی ابوالحسن اور ان جیسے دیگر اعتدال پسند اور معروف ترین علماء وشیوخ کا سخت مؤقف اختیار کرلینا کوئی اچنبھے یا حیرت کی بات نہیں ہے۔